جناب مولانا جمال الدین ایم ۔ اے
علوم اسلامیہ

اولاد کے حقوق

جس وقت رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی، اس وقت عرب اور بعض دیگر ممالک میں اولاد کے ساتھ بھی بعض دفعہ بڑی بڑی سنگ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔ کوئی اولاد کو بتوں کے نام پر ذبح کرتا، کوئی زندہ اولاد کو قبر میں دفن کردیتا، اور کوئی غربت و افلاس اور تنگ دستی کی وجہ سے اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی اپنی اولاد کو قتل کردیتی تھیں، حالانکہ عورت رحمت و شفقت کے لحاظ سے دنیا میں مشہور ہے۔

ہندوستان

ہندوستان میں بتوں کے چرنوں میں بچوں کو ذبح کردیا جاتا تھا، مشرک لوگ اپنی اولاد کا خون بہا کر یہ سمجھتے تھے کہ بت خوش ہوجائیں گے۔

مصر

مصر میں ہر سال دریائے نیل میں ایک کنواری لڑکی کو دریا کی نذر کردیا جاتا تھا۔

عرب

عرب میں لوگ اپنی لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے زندہ درگور کردیتے تھے، مگر اسلام نے اہلِ دنیا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام ان الفاظ میں سنایا:

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً

عَلَی اللّٰہِ"۔

(پ۸ ع ۳/۱۶)

"بے شک نقصان اٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے قتل کیا، اور حرام قرار دیا اللہ کے اس رزق کو جو اس نے دیا، اللہ پر افتراء باندھ کر"۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے پہلے یوں فرمایا:

"وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِھِمْ شُرَکَآؤُھُمْ لِیُرْدُوْھُمْ وَلِیَلْبِسُوْا عَلَیْھِمْ دِیْنَھُمْ"۔

(پ۸ ع ۴/۱۶)

"اور اسی طرح خوبصورت بنا دیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں، ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے تاکہ ان کو ہلاک کردیں اور ان پر ان کے دین کو غلط ملط کردیں"۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں "شرکاء" کی تفسیر مجاہدؒ نے "شیاطین" سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو سسر بننے کے خوف سے، اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائیں گے؟ حقیقی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہوجائیں گے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنتِ خلیل اللہؑ کے جواب میں سجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتلِ اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑے شد و مد سے رد کیا، بہرحال اس آیت میں قتلِ اولاد کی ان تمام صورتوں کی شناعت بیان فرمائی ہے جو جاہلیت میں رائج ہیں۔ یعنی شیاطین قتلِ اولاد کی تلقین اس لئے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑ دیں اور ان کے دین میں گڑبڑ ڈال دیں کہ جو کام ملتِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے بالکل متضاد و منافی ہے، اسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت بلور کرائیں۔

(نقل از تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ"

(پ ۱۵ ع ۴/۴)

"تم اپنی اولاد کو محتاجگی کے ڈر سے مت قتل کرو"۔

نیز فرمایا:
"نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ"
"ہم ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں"۔

چونکہ عورتیں بھی بچوں کو قتل کردیتی تھیں اس لئے انہیں خاص طور پر منع کیا گیا:

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

(پ ۲۸ ع ۸/۷)

"اے نبی ﷺ جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں تو ان سے مندرجہ ذیل باتوں پر بیعت لیں ۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، ۲۔ چوری نہ کریں، ۳۔ بدکاری نہ کریں، ۴۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں، ۵۔ کسی پر اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی تہمت نہ باندھیں، ۶۔ کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں"۔

اہمیت

اسلام نے بتایا کہ اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے:

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كانت له انثى فلم يأدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها يعني الذكور ادخله الجنة"

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳)

"ابنِ عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جس کے پاس ایک لڑکی ہو، پھر اس نے اسے زندہ درگور نہ کیا، نہ اس کی بے توقیری کی نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا"۔

"عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من عال جاریتین حتّٰی تبلغا جاء یوم القیٰمۃ انا وھو ھٰکذا وضمّ اصابعہٗ"۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

"حضرت انسؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو لڑکیوں کا وارث بنا پھر اس نے ان کی اچھی طرح کفالت کی، حتّٰی کہ وہ دونوں جوان ہو گئیں، میں اور وہ شخص قیامت کے دن اس طرح ملے ہوئے ہوں گے جس طرح دونوں انگلیاں، یعنی جس طرح درمیانی انگلی اور انگشتِ شہادت آپس میں ملی ہوئی ہیں"۔

"قالت (عائشۃ) جاء تنی امرأۃ ومعھا ابنتان لھا تسألنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتھا ایّاھا فقسّمتھا بین ابنتیھا ولم تأکل منھا ثم قامت فخرجت فدخل النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فحدّثتہٗ فقال من ابتلی من ھٰذہ البنات فاحسن الیھنّ کنّ لہٗ سترًا مّن النّار"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں بھی تھیں، اس نے مجھ سے سوال کیا، لیکن میرے ہاں سے اسے سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ ملا میں نے اسے وہ کھجور دے دی، اس نے اس کے دو حصے کر کے دونوں لڑکیوں کے درمیان تقسیم کر دیئے۔ اور خود کچھ نہ کھایا پھر وہ اٹھ کر چلی گئی - اتنے میں نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے - میں نے آپ ﷺ کو اس عورت کا سارا قصہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے آزمایا گیا یعنی اللہ تعالٰی نے اسے لڑکیاں دیں، پھر اس شخص نے ان سے اچھا سلوک کیا وہ اس کے لئے قیامت کے روز آگ سے پردہ بن جائیں گی یعنی آگ سے بچنے کا ذریعہ بن جائیں گی"۔

"عن سراقة بن مالک ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علٰی افضل الصدقة ابنتک مردودة الیک لیس لها کاسب غیرک"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۵)

"سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں صدقوں میں سے افضل صدقے کی خبر نہ دوں ؟ کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف واپس کردی گئی ہو۔ یعنی اسے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا کمانے والا کوئی نہ ہو۔ اس پر تو جو کچھ خرچ کرے گا، وہ تیرا بہترین صدقہ ہوگا"۔

"عن ایوب بن موسٰی رضی اللہ عنہ عن ابیه عن جده ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما نحل والد ولدهٗ من نحل افضل من ادب حسن"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳)

"ایوب بن موسٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ اپنے بیٹے کو جو عطیہ دیتا ہے، ان میں سے اچھا ادب سکھانا بہترین عطیہ ہے"۔

گیارہ حقوق

والدین کے ذمے اولاد کے اور بھی حقوق ہیں، جو گیارہ کے قریب ہیں :

۱۔ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہنا۔

۲۔ دو سال تک رضاعت (دودھ پلانا) :

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ"۔

(پ ۲ ع ۱۴ر۳)

"مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ اس شخص کے لئے ہے، جو مدتِ رضاعت مکمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے"۔

۳۔ ساتویں روز سر کے بال منڈانا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرنا، اگر توفیق ہو تو عقیقہ کرنا۔

۴۔ اچھا نام رکھنا

"عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدعون یوم القیامة باسمائکم واسماء اٰبائکم فاحسنوا اسمائکم"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۸)

"حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم قیامت کے روز اپنے اور اپنے آباء کے نام پر بلائے جاؤ گے۔ اس لئے اپنے نام اچھے رکھو۔"

اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نام رکھنے سے منع فرمایا جو کسی بھی لحاظ سے کراہت کا پہلو رکھتا ہو۔ اور ایسے اسماء کو بھی ناپسند فرمایا جن کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ اسماء کا اثر انسان کی شخصیت پر ضرور پڑتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

اسماء معانی کے قالب ہوتے ہیں' اور ان پر روشنی ڈالتے ہیں پس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ الفاظ اور معانی کے درمیان ایک خاص ربط اور نسبت ہو۔ اور دونوں میں اجنبیت نہ ہو کہ وہ ایک دوسرے سے یکسر غیر متعلق ہوں۔ کیونکہ حکیم کی حکمت اس کو روا نہیں رکھتی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نام کا مسمّٰی کی شخصیت پر ایک مخصوص اثر ہوتا ہے۔ انسان اپنے ناموں کے حسن و قبح' ذلت و عزت' لطافت و کثرت سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب کوئی قاصد آپؐ کی طرف بھیجا جائے تو جمیل ہو۔ اچھے نام والا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند اور بیداری میں ناموں سے معانی لیتے، جیسا کہ آپؐ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم عقبہ بن رافعؓ کے گھر میں ہیں اور ابن طاب کی تر کھجوریں حاضر کی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاویل بتائی کہ ان کے لئے دنیا میں عاقبت (خیر) اور آخرت میں رفعت ملے گی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا وہ تر ہو گئے۔ اور طاب (خوش) ہو گئے اور حدیبیہ کے دن سہل بن عمرو کے آنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو سہل سمجھنے کی تاویل فرمائی اور ایک گروہ نے بکری دوہنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک آدمی دوہنے کے لئے اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا' تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا مرہ (تلخ)! آپؐ نے فرمایا' بیٹھ جا۔

دوسرا اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' تیرا نام کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں' میرا خیال ہے کہ اس نے کہا' میرا نام حرب (لڑائی) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بیٹھ جا۔ ایک اور اٹھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، یعیش (جیتا رہے گا)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنے کا حکم

فرمایا۔ نیز آپ ﷺ نے برے ناموں والی جگہوں کو بھی ناپسند فرمایا اور وہاں سے گزرنے میں بھی کراہت محسوس کرتے تھے۔

اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم

ایک بار کسی غزوہ میں دو پہاڑوں کے درمیان گذر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا نام دریافت فرمایا، عرض کیا گیا کہ ان کے نام فاضح (ذلیل کرنے والا) اور مخذی (رسوا کرنے والا) ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اعراض کر لیا اور ان کے درمیان سے نہ گذرے۔ چونکہ اسماء مسمّٰی و مسمیات میں اس طرح تناسب و ارتباط ہوتا ہے جس طرح ارواح و اجسام اور حقائق و قوالب اشیاء کے درمیان' اس لئے عقل ان سے بڑھ کر دوسری طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ جیسے ایاس بن معاویہ وغیرہ کسی آدمی کو دیکھتے تو فرماتے' اس کا نام ایسا ہونا چاہئے تھا وہ اس معاملہ میں غلطی پر نہ تھے۔ اس کی مثال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملحق ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے اس کا نام دریافت کیا۔ وہ کہنے لگا جمرہ (انگارہ) آپؓ نے پوچھا' تیرے والد کا کیا نام ہے؟ کہنے لگا' شہاب'۔ آپؓ نے پوچھا' تیرا مسکن کہاں ہے؟ کہنے لگا' ذات لظیٰ (شعلوں والی) آپؓ نے فرمایا' اچھا جا تیرا مسکن جل گیا۔ وہ گیا تو واقعی ایسا ہی پایا۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الفاظ سے ان کے معانی و ارواح کا مطلب اخذ کیا۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے دن سہل کے نام سے سہولت کا مطلب لیا اور واقعی معاملہ سہولت سے طے پا گیا۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اچھے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا اور انہیں بتایا کہ قیامت کے دن انہی ناموں کے ساتھ بلایا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہو کہ اچھے اعمال اچھے اسماء سے نسبت حاصل کرلیں۔ اچھے اور مناسب اسماء و اوصاف سے وہ بلاوا ایک شہادت بن جائے۔ آپ غور کیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے احمد اور محمد کے دو ناموں سے ان کے اوصاف کا کس انداز سے "عملاً" اشتقاق کیا۔ محمد کے لفظ میں صفات محمودہ کی کثرت اور احمد کے لفظ میں دوسروں کی صفات سے افضلیت قرار ہے تو اسم اپنے مسمّٰی سے اس طرح مرتبط ہوگیا جیسے روح اور بدن کا تعلق ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ ابو حکم بن ہشام کے لئے ابو جہل کنیت فرماتے' اس کی (اسلام سے ضد اور جہالت کے باعث) بالکل اوصاف روحانی کے مطابق تھا نیز اللہ تعالیٰ نے عبدالعزیٰ کو ابو اللہب کی کنیت عطا کی کیونکہ شعلہ خیز آگ میں جانے کے باعث وہ اس کنیت کا زیادہ مستحق تھا لہٰذا یہ کنیت اس سے زیادہ مطابقت رکھتی تھی۔ نبی

اکرم ﷺ نے بعض عرب قبائل سے فرمایا' اے بنی عبداللہؓ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہارے آباء و اجداد کے اچھے نام رکھے۔ اب دیکھئے کہ آپؐ نے ان کو ان کے والدین کے اچھے نام (عبداللہ) سے اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دعوت دی اور چونکہ اسم اپنے مسمّٰی کا مقتضیٰ' بلکہ اس میں موثر ہوتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی ناموں کو پسند فرمایا۔ جیسے عبداللہ اور عبدالرحمٰن اپنی اضافت اور اعتبار سے دوسرے ناموں عبدالقاہر اور عبدالقادر سے اللہ کو زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ عبدالرحمٰن عبدالقادر سے زیادہ پسندیدہ ہے' اور عبداللہ عبدالرّب سے زیادہ محبوب ہے' اور اس کا سبب یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عبودیت کا تعلق ہے' لیکن بندے اور رحمان کے درمیان' رحمت کے سہارے کا تعلق ہے۔ اس کی رحمت سے اس کا وجود قائم ہے' اسی کے باعث اسے پیدا کیا' اسی وجہ سے بندہ صرف اس ذاتِ یکتا کو محبت' خوف' امید' تعظیم اور اجلال کے باعث اپنا اللہ مانتا ہے اور عبداللہ کہلاتا ہے۔ اللہ کے لفظ کے جو معنی ہیں' ان کا غیر اللہ پر اطلاق ناممکن ہے' اور چونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے' اس لئے وہ رحمت کو اپنے غضب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ پس عبدالرحمٰن کا نام عبدالقاہر سے زیادہ پسندیدہ ہوا"۔

(نقل از زاد المعاد مترجم' حصہ دوم' ص ۱۸ تا ص ۲۱)

انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھو

انبیاء علیہم السلام جملہ بنی آدم کے سردار ہیں' چونکہ ان کے اخلاق تمام لوگوں کے اخلاق سے زیادہ بہتر' ان کے اعمال تمام لوگوں کے اعمال سے زیادہ قابلِ شرف' اور ان کے اسماء بھی تمام دوسرے اسماء سے زیادہ قابلِ عظمت ہوتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو انبیاءؑ کے اسماء مبارکہ پر نام رکھنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا' انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر اپنے نام رکھو۔ اگر ان میں دیگر مصالح نہ بھی ہوںؑ پھر بھی ان کے اسماء سے ان سے تعلق قائم رہتا ہے۔ دیگر یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ ان کا تذکرہ جاری رہتا ہے۔ اور انہیں طاقِ نسیاں کی زینت نہیں بنایا جا سکتا اور ان کے اسماء کے ساتھ ساتھ ان کے اوصاف و حالات کا بھی تذکرہ جاری رہتا ہے۔

لڑکے کا نام یسار' افلح' نجیح' رباح رکھنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ مسمّٰی کا اعتقاد ایسے ہی ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو پاکیزہ اور پُرعظمت و ذی رفعت جتلانے میں ہی لگا

رہتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے برہ (نیک) نام رکھنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اپنے آپ کو پاکیزہ مت بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہی تم سے نیک کام کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اسی لئے تقی، متقی، طائع، راضی، محسن نام رکھنا درست نہیں۔

۴۔ بچے کا چوتھا حق یہ ہے کہ جب وہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ توحید سکھایا جائے اور اسے گالی گلوچ سے بچایا جائے۔

۵۔ پانچواں حق یہ ہے کہ جب علم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچے تو اول دینیات کی تعلیم دے، پھر حسبِ ضرورت دوسرے علم کی تعلیم دی جائے۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا اولاد کی تعلیم و تربیت کا انتظام اور ان کی جسمانی و روحانی تربیت کرنا، ان کے عقائد درست کرنا اور ان کو صالح اور نیک بنانے کی کوشش کرنا۔ ان کو جہالت و سفاہت سے بچانا، ان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احساس پیدا کرنا، ملک و ملت کے لئے مفید بنانا والدین کا اولین فرض اور والدین پر اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ جو والدین اپنی اولاد کو علم و حکمت سے محروم رکھتے ہیں، گویا وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں۔

۶۔ چھٹا حق یہ ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو پیار محبت سے نماز پڑھنے کی اس کو تلقین کی جائے۔

۷۔ ساتواں حق یہ ہے کہ جب دس سال کا ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو مار پیٹ کر نماز پڑھائی جائے۔

"عن عمرو بن شعیب، عن ابیه عن جدہٖ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصّلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرّقوا بینھم فی المضاجع"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۸)

"رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں اور انہیں نماز مار پیٹ کر پڑھاؤ جب کہ وہ دس سال کے ہوجائیں نیز ان کے بستر الگ کردو"۔

۸۔ آٹھواں حق یہ ہے کہ اولاد کو بری صحبت سے بچایا جائے۔

۹۔ نواں حق یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد حتی الامکان جلد از جلد اس کی شادی کا انتظام کیا جائے۔

"عن علیؓ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انّ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یا علیّ ثلٰث لا تؤخّرھا الصّلٰوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۶۱)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے علیؓ! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا ۱۔ جب نماز کا وقت آجائے ۲۔ جب جنازہ حاضر ہو ۳۔ اور بے خاوند مرد یا عورت جب اس کے لئے کوئی کفو مل جائے"۔

"عن ابی سعید وابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ولد لہٗ ولد فلیحسن ادبہ فاذا بلغ فلیزوّجہ فان بلغ ولم یزوّجہ فاصاب اثما فانّما اثمہٗ علٰی ابیہ"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱)

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کے ہاں لڑکا ہوا اس کا نام اچھا رکھے' اسے ادب سکھائے' جب جوان ہوجائے تو اس کی شادی کردے' اگر جوان ہونے کے بعد باپ نے شادی نہ کی تو اس صورت میں اولاد جو عملِ بد کا ارتکاب کرے گی' اس کا گناہ ان کے باپ پر ہوگا"۔

"عن عمرؓ بن الخطاب وانسؓ بن مالک عن رسولؐ اللّٰہ قال فی التّورٰۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوّجھا فاصابت اثمًا فاثم ذالک علیہ"۔

(مشکوٰۃ ص ۲۷۱)

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تورات میں لکھا ہوا ہے: جس کی بیٹی بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کی شادی نہ کی' پھر اس لڑکی نے کوئی غلط کام کیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا"۔

قرآن اس سلسلے میں اس طرح والدین کو ان کی یہ ذمہ داری یاد دلاتا ہے:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ۔"

(پ ۲۸)

" اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں"۔

علم آگ سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے کہ علم کی بدولت انسان ایسے امور سے بچا رہتا ہے جو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے بھی متعدد احادیث بسلسلہ تربیتِ اولاد وارد ہیں۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان یّؤدّب الرّجل ولدہٗ خیر لّہ من ان یّتصدّق بصاع"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳)

"حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا مرد کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا یہ ایک صاع (یعنی پونے تین سیر) صدقے سے بہتر ہے"۔

۱۰۔ دسواں حق یہ ہے کہ ان کے درمیان مساوات سے کام لیا جائے۔

"عن النعمان بن بشیر انّہٗ قال اعطانی ابی عطیّۃ فقالت عمرۃ بنت رواحۃ لا ارضی حتّٰی تشھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتی رسول اللّٰہ فقال انّی اعطیت ابنی من عمرۃ بنت رواحۃ عطیۃ فامرتنی ان اشھدک یارسول اللّٰہ قال اعطیت سائر ولدک مثل ھٰذا؟ قال لا، قال فاتّقوا اللّٰہ وَاعْدِلُوْا بین اولادکم قال فرجع فردّ عطیتہٗ وفی روایۃ ان قال لا اشھد علٰی جور"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۱)

"نعمان بن بشیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے ایک عطیہ دیا، (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہؓ نے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک تم رسولِ اکرم ﷺ کو اس پر گواہ نہیں بناؤ گے۔ سو میرے والد رسولِ اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا حضرت ﷺ میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ

(بقیہ بر صفحہ ۱۵)